# واجب الاعادہ نماز کا وقت گزر جانے کے بعد بھی اعادہ واجب ہے؟

دار الافتاء اہلسنّت (دعوتِ اسلامی)
Darul Ifta AhleSunnat

ریفرنس نمبر:Pin-7557 تاریخ:30-01-2025

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس بارے میں کہ اگر کسی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہو جائے، تو سنا ہے کہ اگر وقت کے اندر نماز کا اعادہ کریں، تو واجب ہونے کے طور پر اعادہ ہو گا اور وقت کے بعد اس کا اعادہ واجب نہیں، بلکہ مستحب ہوتا ہے۔ کیا یہ مسئلہ درست ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الملک الوھاب اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب

اگر نماز میں کوئی ایسا فعل سرزد ہو گیا کہ جس کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہو جائے، تو راجح قول کے مطابق خواہ وقت کے اندر اعادہ کیا جائے یا وقت کے بعد، بہر حال اعادہ واجب ہے اور یہ قول کہ "وقت میں اعادہ واجب اور وقت کے بعد مستحب ہے۔" مرجوح ہے، لہٰذا اس پہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔

(1) اولاً یہ ذہن نشین رہے کہ فقہ کی کتب میں اصول موجود ہے:"کل صلاة أديت مع كراهة التحريم وجب إعادتها" ترجمہ: ہر وہ نماز کہ جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو، تو اس کا اعادہ واجب ہے۔ فقہائے کرام نے یہ اصول مطلق بیان فرمایا ہے اور مطلق بغیر کسی قید کے اپنے اطلاق پہ جاری ہوتا ہے، لہٰذا وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد، بہر حال اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

(2) فقہائے کرام میں سے فقط صاحبِ بحر علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تفصیل بیان کی ہے کہ وقت کے اندر اعادہ واجب اور وقت کے بعد اعادہ مستحب ہو گا، ان کے علاوہ کسی نے یہ تفصیل بیان نہیں کی، لیکن انہوں نے جس قول کی بنیاد پر یہ تفصیل بیان فرمائی ہے، وہ قول مرجوح و غیر معتمد

ہے، نیز اس قول سے بھی وہ نتیجہ نہیں نکلتا، جو علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے، لہٰذا وقت کے اندر ہو یا بعد، بہر حال وجوبِ اعادہ کا قول ہی راجح و معتمد علیہ ہے۔

اوپر بیان کردہ شرعی حکم کی تفصیل مع دلائل و جزئیات درج ذیل ہے:

**فقہ کی کتب میں یہ اصول مطلق ذکر کیا گیا کہ ہر وہ نماز کہ جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو، تو اس کا اعادہ واجب ہے۔** جیسا کہ فتح القدیر، النہر الفائق وغیرہ کتب میں ہے: (واللفظ لابن الھمام) ”کل صلاۃ أدیت مع کراھۃ التحریم وجب إعادتھا“ ترجمہ: ہر وہ نماز کہ جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو، تو اس کا اعادہ واجب ہے۔ **(فتح القدیر، ج3، ص58، مطبوعہ مصر)**

**مطلق حکم بغیر کسی قید کے اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔** اصول الشاشی میں ہے: ”المطلق یجری علی اطلاقہ والمقید یجری علی تقییدہ“ ترجمہ: مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے اور مقید اپنی تقیید پر جاری ہوتا ہے۔ **(اصول الشاشی، ص33، دار الکتاب العربی، بیروت)**

**علامہ ابن عابدین شامی** رحمۃ اللہ علیہ **نے مذکورہ مسئلہ میں اس اصول کے اطلاق سے بعدِ خروجِ وقت بھی نماز کا اعادہ واجب ہونے پر استدلال کیا ہے۔** چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ”یجب أن لا یعتمد علیہ لإطلاق قولھم: کل صلاۃ أدیت مع الکراھۃ سبیلھا الإعادۃ. اھـ.قلت: أي لأنہ یشمل وجوبھا فی الوقت وبعدہ: أي بناء علی أن الإعادۃ لا تختص بالوقت“ ترجمہ: ثابت ہوتا ہے کہ اس (وقت میں اعادے کے واجب ہونے اور وقت کے بعد اعادہ مستحب ہونے کے) قول پہ اعتماد نہ کیا جائے، اس وجہ سے کہ فقہائے کرام کا قول کہ ہر نماز کہ ”جس کو کراہت کے ساتھ ادا کیا گیا، تو اس کی درستگی کی راہ اعادہ ہے۔“ یہ مطلق ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قول وقت کے اندر اور وقت کے بعد اعادے کے وجوب کو شامل ہے یعنی اس بنا پر کہ اس قول میں اعادہ کسی وقت کے ساتھ مختص نہیں ہے۔

**(ردالمحتار، ج2، ص630، مطبوعہ پشاور)**

**علامہ ابن نجیم** رحمۃ اللہ علیہ **نے یہ مؤقف بیان فرمایا کہ نماز کے وقت میں اعادہ واجب ہوگا اور وقت گزر جانے کے بعد اعادہ مستحب و افضل ہوگا۔** البحر الرائق میں ہے: ”ان الاعادۃ فعل مثلہ فی وقتہ لخلل غیر الفساد وعدم صحۃ الشروع وظاھرہ ان بخروج الوقت لا اعادۃ ویتمکن الخلل فیھا مع ان

قولهم: ”کل صلاة اديت مع كراهة التحريم فسبيلها الاعادة وجوبا“ مطلق و فی القنية ما يفيد التقييد بالوقت فانه قال: أنه إذا لم يتم ركوعه ولا سجوده يؤمر بالإعادة فی الوقت لا بعده، ثم ذكر عن الترجمانی أن الإعادة أولى فی الحالين. اھ. فعلى القولين لا وجوب بعد الوقت۔ **فالحاصل أن من ترك واجبا من واجباتها أو ارتكب مكروها تحريميا لزمه وجوبا أن يعيد في الوقت، فإن خرج أثم ولا يجب جبر النقصان بعده. فلو فعل فهو أفضل** ”ترجمہ: بے شک فساد کے علاوہ کسی خلل کے واقع ہونے یا نماز صحیح شروع نہ ہونے کی وجہ سے نماز کے وقت میں اس کی مثل نماز پڑھنا“ اعادہ“ کہلاتا ہے اور اس کا ظاہر یہ ہے کہ وقت نکل جائے، تو اعادہ نہیں کہلائے گا اور خلل پختہ و مقرر ہو جائے گا، باوجود یہ کہ فقہاء کا قول: ”ہر وہ نماز کہ جس کو کراہت کے ساتھ ادا کیا گیا، تو اس کی درستگی کی راہ اعادہ ہے۔“ یہ مطلق ہے اور قنیہ میں جو لکھا ہے، وہ وقت کے ساتھ مقید ہونے کا فائدہ دیتا ہے، کیونکہ انہوں نے فرمایا: جب کسی نے اپنے رکوع و سجود کو کامل طور پہ ادا نہ کیا، تو اُسے وقت میں اعادے کا حکم دیا جائے گا، نہ کہ وقت کے بعد۔ پھر ترجمانی سے ذکر کیا کہ دونوں حالتوں میں اعادہ اولیٰ ہے۔ (صاحبِ بحر نے بحر میں فرمایا:) دونوں اقوال پر وقت کے بعد اعادے کا وجوب ثابت نہیں ہے۔ **تو حاصل کلام یہ ہے کہ جس نے واجباتِ نماز میں سے کوئی واجب چھوڑا یا مکروہِ تحریمی فعل کا ارتکاب کیا، تو وقت میں اُس کا اعادہ واجب ہے، اگر وقت گزر گیا، تو وہ گنہگار ہو گا اور اُس نقصان کی تلافی اُس پہ واجب نہیں ہو گی۔ پس اگر وہ اعادہ کر لے، تو افضل ہے۔** **(البحر الرائق، ج2، ص142، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)**

**علامہ علاء الدین حصکفی** رحمۃ اللہ علیہ **نے بھی در مختار میں یہ مسئلہ اسی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔**

چنانچہ در مختار میں ہے: ”کل صلاة أديت مع كراهة التحريم تعاد أي وجوبا فی الوقت وأما بعده فندبا“ ترجمہ: ہر وہ نماز کہ جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو، تو وقت میں وجوبی طور پر اس کا اعادہ کیا جائے گا اور وقت کے بعد استحبابی طور پر اس کا اعادہ ہو گا۔ **(در مختار، ج2، ص630، مطبوعہ پشاور)**

**در مختار کی اس عبارت کے تحت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تفصیل فقط صاحبِ بحر علامہ ابن نجیم** رحمۃ اللہ علیہ **نے ذکر کی ہے:** ”لم أر من صرح بهذا التفصيل سوى صاحب البحر، حيث استنبطه من كلام القنية“ ترجمہ: صاحبِ بحر کے علاوہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے یہ

تفصیل بیان کی ہو۔ (ردالمحتار، ج2، ص630، مطبوعہ پشاور)

**پھر آپ** علیہ الرحمۃ **نے علامہ ابن نجیم** علیہ الرحمۃ **کے مستدل جزئیات پر کلام کرتے ہوئے فرمایا کہ اصل میں قنیہ میں بیان کردہ مسئلے کی بنیاد ایک اور اختلافی مسئلے پر ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر نماز میں فساد کے علاوہ کوئی خلل واقع ہو جائے، تو فی نفسہ اس نماز کا اعادہ واجب ہو گا یا نہیں؟ اس پر دو اقوال نقل کیے گئے: (۱) ایک قول کے مطابق اعادہ واجب ہے، یہ قول اوجہ و راجح ہے۔ (۲) دوسرے قول کے مطابق اعادہ واجب نہیں، اولیٰ و مستحب ہے، یہ مرجوح قول ہے۔** چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”أقول: ما فی القنية مبنی علی الاختلاف فی أن الإعادة واجبة أو لا، وقدمنا عن شرح أصول البزدوي التصريح بأنها إذا كانت لخلل غير الفساد لا تكون واجبة. وعن الميزان التصريح بوجوبها. وقال فی المعراج: وفی جامع التمرتاشی لو صلی فی ثوب فيه صورة يكره وتجب الإعادة. قال أبو اليسر: هذا هو الحكم فی كل صلاة أديت مع الكراهة. وفی المبسوط ما يدل علی الأولوية والاستحباب، فإنه ذكر أن القومة غير ركن عندهما فتركها لا يفسد، والأولى الإعادة. اهـ. وقال فی شرح التحرير: وهل تكون الإعادة واجبة، فصرح غير واحد من شراح أصول فخر الإسلام بأنها ليست بواجبة. وأنه بالأول يخرج عن العهدة وإن كان علی وجه الكراهة علی الأصح، وأن الثانی بمنزلة الجبر. والأوجه الوجوب كما أشار إليه فی الهداية؛ وصرح به النسفی فی شرح المنار، وهو موافق لما عن السرخسی وأبی اليسر: من ترك الاعتدال تلزمه الإعادة. زاد أبو اليسر: ويكون الفرض هو الثانی. وقال شيخنا المصنف: يعنی ابن الهمام: لا إشكال فی وجوب الإعادة إذ هو الحكم فی كل صلاة أديت مع كراهة التحريم، ويكون جابرا للأول لأن الفرض لا يتكرر، وجعله الثانی يقتضی عدم سقوطه بالأول، وفيه أنه لازم ترك الركن لا الواجب، إلا أن يقال المراد أن ذلك امتنان من الله تعالى، إذ يحتسب الكامل وإن تأخر عن الفرض لما علم سبحانه أنه سيوقعه انتهی ومن هذا يظهر أنا إذا قلنا الفرض هو الأول فالإعادة قسم آخر غير الأداء والقضاء، وإن قلنا الثانی فهی أحدهما. اهـ. أقول: فتلخص من هذا كله أن الأرجح وجوب الإعادة، وقد علمت أنها عند البعض خاصة بالوقت، وهو ما مشی عليه فی التحرير، وعليه فوجوبها فی الوقت ولا تسمی بعده إعادة، وعليه يحمل ما مر عن القنية عن الوبري“ ترجمہ: **میں کہتا ہوں:** جو قنیہ میں لکھا ہے، وہ

ایک اختلاف کی بنا پہ ہے، وہ یہ کہ (ترکِ واجب کی صورت میں فی نفسہ) اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ اور ہم نے شرح اصول بزدوی سے نقل کر کے یہ تصریح پہلے ذکر کر دی ہے کہ جب نماز میں فساد کے علاوہ کوئی خلل واقع ہو جائے، تو نماز کا اعادہ واجب نہیں ہے اور ہم نے میزان سے اس کے وجوب کی صراحت ذکر کی ہے۔ اور معراج میں فرمایا: جامع تمرتاشی میں ہے کہ اگر کسی ایسے کپڑے میں نماز پڑھی، جس میں تصویر ہو، تو نماز مکروہ ہو گی اور اعادہ واجب ہو گا۔ اور ابو الیسر نے فرمایا: یہ حکم ہر اُس نماز کا ہے، جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو اور جو کلام مبسوط میں ہے، وہ اعادے کے اولیٰ اور مستحب ہونے پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ انہوں نے ذکر کیا کہ قومہ طرفین علیھما الرحمۃ کے نزدیک رکن نہیں ہے، اس کے ترک سے نماز فاسد نہیں ہو گی اور اس کا اعادہ کرنا اولیٰ ہے۔ اور شرح التحریر میں فرمایا: کیا اعادہ واجب ہو گا؟ اصول فخر الاسلام کے کئی شارحین نے صراحت کی ہے کہ اعادہ واجب نہیں ہے اور اصح قول کے مطابق پہلی نماز کے ساتھ ہی وہ اپنے اوپر لازم ذمہ داری سے نکل جائے گا اور دوسری نماز نقصان کو پورا کرنے کے منزلے میں ہو گی۔ **اور اوجہ وجوب کا قول ہے** جیسا کہ اس کی طرف ہدایہ میں اشارہ ہے اور امام نسفی نے شرح المنار میں اس بات کی صراحت کی ہے اور وہ اس کے موافق ہے، جو امام سرخسی اور ابو الیسر رحمۃ اللہ علیھما سے مروی ہے کہ جس نے تعدیلِ ارکان کو ترک کیا، اُس پر اعادہ لازم ہے۔ ابو الیسر نے یہ اضافہ کیا کہ فرض وہ نماز ہے، جو دوسری ہے۔ ہمارے شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وجوبِ اعادہ میں کوئی اشکال نہیں ہے، کیونکہ یہ حکم ہر اُس نماز کا ہے، جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو اور دوسری نماز پہلی نماز کے نقصان کی تلافی کرنے والی ہے، کیونکہ فرض متکرر نہیں ہوتا اور دوسری نماز کا یہ تقاضا ٹھہرانا کہ پہلی نماز سے فرض ساقط نہیں ہوا، اس سے یہ لازم آئے گا کہ رکن ترک ہوا، نہ کہ واجب، مگر یہ کہ یوں کہا جائے کہ مراد یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک احسان ہے کہ اُسے کامل شمار کر لے، اگرچہ وہ دوسری نماز فرض سے متاخر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ وہ دوبارہ نماز پڑھے گا۔ انتہیٰ۔ اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب ہم یہ کہیں کہ فرض وہ پہلی نماز ہے، تو یہ اعادہ کرنا ادا و قضا کے علاوہ ایک الگ قسم ہو گی اور اگر دوسری نماز سے فرض ادا ہو رہا ہے، تو یہ فرض و قضا میں سے ہی ایک نماز قرار پائے گی۔ **میں کہتا ہوں:** اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ **ارجح وجوبِ اعادہ کا قول ہے** اور تم جان

چکے کہ بعض کے نزدیک یہ وقت کے ساتھ خاص ہے اور یہ وہ مؤقف ہے، جو صاحب تحریر نے تحریر میں اپنایا اور اس قول پر وقت میں اعادے کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس کے بعد پڑھنے کا پچھلی نماز کا اعادہ نہیں کہا جائے گا اور اسی پر وہ کلام محمول ہو گا، جو قنیہ نے وبری سے روایت کیا۔

**(ردالمحتار، ج2، ص630، مطبوعہ پشاور)**

اور ان جزئیات سے وہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جو علامہ ابن نجیم علیہ الرحمۃ نے اخذ فرمایا ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے مزید فرمایا: ”وأما على القول بأنها تكون فی الوقت وبعده كما قدمناه عن شرح التحرير وشرح البزدوي، فإنها تكون واجبة فی الوقت وبعده أيضا على القول بوجوبها. وأما على القول باستحبابها الذي هو المرجوح تكون مستحبة فيهما، وعليه يحمل ما مر عن القنية عن الترجماني. وأما كونها واجبة في الوقت مندوبة بعده كما فهمه في البحر وتبعه الشارح فلا دليل عليه. وقد نقل الخير الرملي فی حاشية البحر عن خط العلامة المقدسی أن ما ذكره فی البحر يجب أن لا يعتمد عليه“ ترجمہ: اور اس قول پر کہ وقت میں اور وقت کے بعد اعادے کا حکم ہے، جیسا کہ ہم نے اسے شرح تحریر اور شرح بزدوی سے نقل کر کے پیچھے ذکر کیا، اس (قول) پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ وقت میں یا وقت کے بعد اعادہ واجب ہے اور **اعادے کے مستحب ہونے کے قول پر، جو کہ مرجوح قول ہے**، یہ ثابت ہوتا ہے کہ وقت میں یا وقت کے بعد (دونوں حالتوں) میں اعادہ مستحب ہے۔ قنیہ نے ترجمانی سے جو نقل کیا، اُسے اِس پر محمول کیا جائے گا **اور وقت میں وجوب اور وقت کے بعد مستحب ہونے کا کہنا جیسا کہ صاحبِ بحر نے سمجھا، (اس تفصیلی کلام سے) ثابت ہوتا ہے کہ اس قول پہ اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔**

**(ردالمحتار، ج2، ص630، مطبوعہ پشاور)**

و اللہ اعلم عزوجل و رسولہ اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

**کتبـــــــــــــــــــــہ**

**مفتی محمد قاسم عطاری**

29 رجب المرجب 1446ھ 30 جنوری 2025ء



نوٹ: دار الافتاء اہلسنت کی جانب سے وائرل ہونے والے کسی بھی فتوے کی تصدیق دار الافتاء اہلسنت کے آفیشل پیج /daruliftaahlesunnat اور ویب سائٹ /www.fatwaqa.com/ur کے ذریعے کی جاسکتی ہے